عزیزِ مصر اور دوسرے رؤسائے مصر کی واجب الاحترام بیویاں

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ماضی کے واقعات سے لوگوں کے سبق اور نصیحت لینے کیلئے ایک خاتون کی نازیبا خواہش کو بیان کرنے کی بھول کے متعلق بتانا پسند فرمایا ہے۔ یہ خاتون عزیزِ مصر کی بیوی تھیں۔ کہانی نویسوں نے انہیں اپنی جانب سے ایک نام دے کر اتنا مشہور کر دیا ہے کہ میرے کچھ کہنے سے قبل ہی آپ کے تصور اور ذہن میں ایک خاص روپ میں وہ نمودار ہوگئی ہیں۔ قصے اور خبر میں ناموں اور باتوں کا اضافہ کر کے انہیں کہانی کے روپ میں ڈھالنے سے اصل حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور صرف جھوٹ دکھائی دیتا ہے جو پانی پر ابھر آنے والے جھاگ کی مانند ہر کسی کی بصارتوں میں ہوتا ہے۔ ہم تصور کی آنکھ کو کچھ دیر کیلئے بند کریں اور قرآنِ مجید کی بتائی ہوئی اصل بات کو سنیں کہ عزیزِ مصر کی واجب الاحترام بیوی کے متعلق غلط گمان اور لوگوں کی تراشی ہوئی باتیں ذہن سے محو ہو سکیں کیونکہ دوسروں کی بیویوں کے متعلق سنی سنائی باتوں کو یاداشتوں میں محفوظ رکھنا اپنے آپ میں ایک نازیبا حرکت ہے۔

یوسف علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی توجہ اور محبت کا مرکز تھے۔ ان کے سوتیلی ماں جائے بڑے بھائیوں کو اپنے والد کی عدم توجہ شاق گزرتی تھی۔ انہوں نے اپنے والد کی محبت اور توجہ کو پانے کی خواہش سے مغلوب ہو کر اسے پانے کا طریقہ یہ سوچا کہ اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو والد کی نظروں سے دور کر دیا جائے اور اس ایک غلط کام کو کر لینے کے بعد پھر صالح بن کر رہیں۔ وہ یہ سوچ سکے نہ سمجھ سکے کہ محبت، الفت، توجہ چھینی نہیں جا سکتی۔ محبت پانے کیلئے تو رنگنا پڑتا ہے اپنے آپ کو اس کے رنگ میں جس سے محبت پانے کی خواہش ہے۔ محبت راسخ اور مخلص ہو تو مطلوب کو پانے کیلئے عقل کچے گڑھے کے استعمال کی اجازت نہیں دیتی۔ غلط راہوں سے مطلوب پانے کی خواہش محبت نہیں بلکہ جذباتیت (جہالت، Emotionalism) اور اضطراب ہے اور انجام اندوہناک۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کو ایک خشک ویران کنویں میں اتار دیا جائے تو کوئی گزرتا ہوا قافلہ انہیں اپنے ساتھ دوسرے شہر لے جائے گا اور یوں والد کی نظروں سے دور ہو جائے گا تو والد کی تمام توجہ اور محبت ان کیلئے ہو جائے گی۔ اور پھر ایک دن والد سے یہ کہہ کر اجازت لی کہ یوسف علیہ السلام کو کھیلنے کودنے کیلئے ان کے ساتھ بھیج دیں اور پھر انہیں ایک ویران کنویں میں اتار کر رات کے وقت گھر لوٹ گئے اور ان کے جانے کے بعد ایک گزرتے ہوئے قافلے والوں نے انہیں نکال کر پونجی کے طور پر اپنے پاس چھپالیا اور مصر پہنچ گئے تو وہاں معمولی گنتی کے درہموں میں انہیں بیچ دیا۔ افسانہ، داستان اور کہانی نویس کی کہانی بازار میں بکتی ہے اور نہ ہی مشہور ہوتی ہے اگر اس میں جذبات ابھارنے اور قلوب میں ہلچل پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والا مواد نہ ہو۔ یوسف علیہ السلام کے قصہ کو بھی کہانی کا رنگ دینے اور جذباتیت ابھارنے کیلئے بعض لوگوں نے ان کے بھائیوں کے متعلق یہ کہہ دیا کہ انہوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو اونے پونے داموں بیچ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو مصر میں بیچا گیا تھا

وَقَالَ ٱلَّذِى ٱشۡتَرَىٰهُ مِن مِّصۡرَ

''اور جس شخص نے مصر میں اسے خریدا اس نے کہا'' (حوالہ سورۃ یوسف۔۲۱)

یوسف علیہ السلام کو خریدا مصر میں گیا اور خریدا وہاں جاتا ہے جہاں بیچا جاتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر نہیں گئے تھے بلکہ انہیں کنویں میں اتارنے کے بعد والد کے پاس گھر آ گئے تھے اور قافلے والوں نے ہی کنویں میں سے انہیں نکالا تھا۔ قرآنِ مجید کے اس واضح بیان کی موجودگی میں لوگوں کی تراشی ہوئی اس بات میں قطعی کوئی صداقت نہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں معمولی قیمت پر بیچ ڈالا تھا۔ اس یہودی روایت کے جھوٹ کو دہرانے سے اجتناب برتیں کیونکہ بہتان کے زمرے میں بھی آتا ہے اور گناہ ہے۔

مصر میں جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو بچپن میں خریدا تھا وہ ایک ''عزیز'' تھا۔ عزیز نام نہیں بلکہ خطاب ہے مصر کے اس وقت کے حکمران (مَلِک) کے وزیروں اور سرداروں کا۔ یوسف (علیہ السلام) کو خرید کر عزیز مصر انہیں اپنے گھر لے آتا ہے۔

وَقَالَ ٱلَّذِى ٱشۡتَرَىٰهُ مِن مِّصۡرَ لِٱمۡرَأَتِهِۦٓ أَكۡرِمِى مَثۡوَىٰهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوۡ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًاۚ

''اور جس شخص نے مصر میں اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا'' اس بچے کو عزت سے رکھ، ممکن ہے یہ ہمارے لئے نفع بخش ہو یا ہم اسے بیٹا بنا لیں'' (حوالہ یوسف۔۲۱)

قرآنِ مجید نے ماضی کے واقعات کو بیان کرنے کا مقصد بتایا

لَقَدۡ كَانَ فِى قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّأُوْلِى ٱلۡأَلۡبَـٰبِۗ

''بیشک ان گزرے لوگوں کے قصوں میں دانا و بینا لوگوں کیلئے عبرت، سبق ہے'' (سورۃ یوسف۔۱۱۱)

قصے میں پنہاں سبق اور نصیحت کا ادراک کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس میں بیان کردہ تمام جزئیات ذہن میں رہیں۔ اس لئے یوسف علیہ السلام کے متعلق عزیز مصر کی اپنی بیوی سے کہی ہوئی بات کو ذہن سے محو نہ ہونے دیں ''ہم اسے بیٹا بنا لیں''۔ اس بات سے یوسف علیہ السلام اور اس سردار کی بیوی کی عمر میں نہ صرف فرق کا اظہار ہے بلکہ اس سوچ اور رشتے کا تعلق منعکس ہوتا ہے جو یوسف علیہ السلام اور اس عورت کے مابین بچپن اور آغاز بلوغت میں رہا۔

اور قرآنِ مجید نے طے کر دیا ہے

وَمَا جَعَلَ أَدۡعِيَآءَكُمۡ أَبۡنَآءَكُمۡۚ ذَٰلِكُمۡ قَوۡلُكُم بِأَفۡوَٰهِكُمۡۖ

''اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے بنایا ہے۔ یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں'' (حوالہ الاحزاب۔۴)

إِنْ أُمَّهَٰتُهُمْ إِلَّا ٱلَّٰٓـِٔى وَلَدْنَهُمْ

''ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا تھا'' (حوالہ المجادلة۔۲)

وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ

''اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا تھا'' (حوالہ النساء۔۲۳)۔

یہ عورت کی ''زینت'' اور اس میں سے بہنے والے دودھ کا تقدس ہے کہ رحم سے نہ جنے ہوئے کیلئے بھی اسے ماں بنا دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عزت وتکریم بخشی ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی ازواج مطہرات کو ان کی مائیں قرار دیا ہے۔

وَأَزْوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمْ ''اور ان (ﷺ) کی ازواج مطہرات ایمان والوں کی مائیں ہیں'' (حوالہ الاحزاب۔۶)

یارب! ہم تیرے احسان مند ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ انسان اپنے تخیل سے جن باتوں کو اپناتا ہے ان سے رشتوں کے تقدس کے مجروح ہونے کا امکان بہر حال رہتا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥٓ ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾ وَرَٰوَدَتْهُ ٱلَّتِى هُوَ فِى بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِۦ وَغَلَّقَتِ ٱلْأَبْوَٰبَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ رَبِّىٓ أَحْسَنَ مَثْوَاىَ ۖ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٣﴾

''اور جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔ اور نیکوکاروں کو ہم یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور اس (عزیز مصر کی بیوی) نے جس کے گھر میں تھے ایک دن ورغلانے کی کوشش میں دروازے اندر سے بند کر لئے اور بولی '(اب) آ بھی جاؤ' انہوں نے کہا ''اللہ کی پناہ! میرے مالک نے مجھے بہترین جگہ دی ہے۔ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے'' (سورۃ یوسف۔۲۲۔۲۳)

أَشُدَّ یعنی مضبوط اور محکم، بھرپور جوانی سے قبل جوانی اس وقت سے شروع ہو چکی ہوتی ہے جب انسان طفولیت سے ''بلوغت حُلم'' میں پہنچتا ہے وَإِذَا بَلَغَ ٱلْأَطْفَٰلُ مِنكُمُ ٱلْحُلُمَ 'اور جب تم میں سے اطفال بلوغت کی حد میں داخل ہوں'' (حوالہ النور۔۵۹)

ٱلْحُلُمَ یہ سن تمیز و بلوغت (adolescence) ہے، عنفون شباب۔ اور اس دوران نوجوانوں کو عَوْرَٰتِ ٱلنِّسَآءِ عورت کی خفیہ، جنسی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا بچپن، عنفون شباب، ابتدائی جوانی بھی محسنین کی تھی جس کا انہیں اجر دیا گیا۔

یوسف علیہ السلام بچپن میں عزیز مصر کے گھر میں قیام پذیر ہوئے تھے۔آیات کے مطالعہ سے واضح ہے کہ ان کی حیثیت ایک ملازم کی سی نہیں بلکہ گھر کے ایک فرد جیسی تھی۔ عزیزِ مصر کی بیوی کے دل میں ہیجان اور طلاطم اس وقت بر پا ہوا جب وہ بچہ بھر پور جوانی کو پہنچا جسے اپنا بیٹا بنانے کا سوچ رہے تھے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو پیش آنے والے اس واقعہ سے اجاگر ہوا ہے کہ منہ سے کہنے سے کوئی کسی کا بیٹا نہیں بن جاتا اور اس سے رشتوں کے تقدس کی پامالی کا خطرہ بہر حال رہتا ہے۔ اللہ کے رسول کے رویے اور اخلاق کا معیار ملاحظہ ہو کہ ایک شادی شدہ عورت انہیں انتہائی غلط فعل کی دعوت دے رہی ہے پھر بھی اسے لعنت ملامت کرنے کی بجائے اس کے خاوند اور اپنے مالک کے حوالے سے اس کی ناجائز اور فحش خواہش پر اظہار ناپسندیدگی یہ کہہ کر فرماتے ہیں کہ اس خواہش کی تکمیل کرنے سے میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔اس کے خاوند کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس نے مجھے بہترین جگہ دی ہے اور جذبات سے مغلوب خاتون کی توجہ ایک انتہائی اہم نکتے کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مالک، اپنے محافظ کے ساتھ خیانت اور بد دیانتی ظلم کے زمرے میں آتی ہے اور اس کے مرتکب ہونے والے فلاح نہیں پایا کرتے۔سیدنا یوسفؑ کو ہمارا سلام پہنچے۔

لیکن جذبات کی رو میں مغلوب ہونے کی بناء پر عزیز مصر کی بیوی پر اس وعظ کا اثر نہ ہوا۔ بتایا گیا:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِۦ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ أَن رَّءَا بُرْهَـٰنَ رَبِّهِۦ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ ٱلسُّوٓءَ وَٱلْفَحْشَآءَ ۚ إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾ وَٱسْتَبَقَا ٱلْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُۥ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا ٱلْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِىَ رَٰوَدَتْنِى عَن نَّفْسِى ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَآ إِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ ٱلْكَـٰذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿٢٧﴾

'' مگر اس عورت نے اس کا قصد کر لیا اور وہ بھی مائل ہو سکتے تھے اگر اللہ کی برھان نہ دیکھ لی ہوتی (قوت فیصلہ اور علم عطا ہو چکا تھا) اور یہ اس لئے کہ ہم ان سے برائی اور فحاشی کو پھیر دیں۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔اور (عورت کے ارادے کی شدت کو بھانپتے ہوئے) وہ دروازے کی طرف لپکے اور اس طرح (عورت کے انہیں پیچھے سے پکڑنے کی کوشش میں) ان کی قمیض پیچھے سے پھٹ گئی اور دروازہ کھولنے پر انہوں نے اس کے خاوند کو دروازے پر پایا۔ (اس اچانک صورتحال پر) وہ بولی '' جو شخص تیری گھر والی سے برا ارادہ کرے اس کا بدلہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ قید کیا جائے یا سخت سزا پائے ''۔ (یوسف علیہ السلام نے) کہا '' اس نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی تھی ''۔اور اس کے گھر والوں میں سے ایک نے (دونوں کے متضاد دعووں پر) رائے دی کہ

'' اگر اس کی قمیض سامنے سے پھٹی ہو تو وہ سچ کہتی ہے اور وہ (اپنے بیان میں) جھوٹا ہے۔

اور اگر اس کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہو تو وہ جھوٹ بولتی ہے اور وہ سچا ہے ''۔ (سورۃ یوسف ۲۴۔۲۷)

قرآنِ مجید نے ابلیس کے متعلق بتایا إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ '' وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی

کی تلقین کرتا ہے'' (حوالہ البقرۃ۔۱۶۹)۔ ابلیس نے انسانوں کو بہکانے کی خواہش اور مصمم ارادے کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کیا تھا کہ ''میں سب کو بہکاؤں گا إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ سوائے تیرے بندوں کے جو ان میں مخلص ہوں گے''

(ایک جیسے الفاظ الحجر۴۰ اور سورۃ صٓ ۸۳)۔ یوسف علیہ السلام کے قریب برائی (اَلسُّوٓءِ) اور فحاشی نہیں آسکتی تھی کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے 'یقیناً ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا' قرآنِ مجید نے السُّوٓءَ کو الْفَحْشَآءَ سے ممیّز کیا ہے لیکن سورۃ الفرقان میں زنا کو السُّوٓء میں شمار کرکے اسے بھی متمیز فرمایا ہے۔ زنا فحاشی کے بغیر نہیں ہوسکتا لیکن فحاشی زنا کے بغیر ہوسکتی ہے۔

كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ ٱلسُّوٓءَ وَٱلْفَحْشَآءَ ''اور یہ اس لئے کہ ہم ان سے برائی اور فحاشی کو پھیر دیں''۔

قرآنِ مجید نے ہر بات کو غیر مبہم انداز میں واضح کر کے بتایا ہوا ہے لیکن بیمار ذہن رکھنے والے بعض قدیم لکھاریوں نے دانستہ لغویات کو اختراع کرنے کی جسارت اور گستاخی کی۔ بند کمرے میں ہونے والی گفتگو کا چشم دید گواہ کوئی نہیں تھا اور دونوں کے بیان ایک دوسرے سے متضاد تھے۔ کسی سیانے نے تیزی سے کھلتے دروازے میں آگے یوسف علیہ السلام اور پیچھے عورت کو دیکھ کر اصلیت بھانپ لی اور سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کیلئے circumstantial evidence موقع محل کی شہادت کا سہارا لینے کا مشورہ دیا۔ اگر یوسف علیہ السلام نے، بقول عورت کے، برائی کا ارادہ کیا ہوتا تو اسے چھونے کی کوشش کے جواب میں عورت کے دفاع اور مزاحمت کرنے کی وجہ سے ان کی قمیض سامنے سے خراب ہوئی ہوتی اور اگر سچائی اس کے الٹ تھی تو قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہوتی۔

اور قمیض نے عزیز مصر کی بیوی کے جھوٹ کو عیاں کر دیا۔ قرآنِ مجید نے بتایا:

فَلَمَّا رَءَا قَمِيصَهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُۥ مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾
يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَٱسْتَغْفِرِى لِذَنۢبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ ٱلْخَاطِـِٔينَ ﴿٢٩﴾

''پھر جب اس نے ان کی قمیض کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو خاوند (عزیز) بولا ''یہ (مرد پر الزام تھوپ دینا) تم عورتوں کا ایک حربہ ہے۔ بے شک تمہارا داؤ سخت ہوتا ہے۔ (پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا) ''یوسف! اب اس حرکت پر درگزر کر'' اور (بیوی سے کہا) ''تو اپنے گناہ کی (اللہ سے) بخشش مانگ کہ بیشک تو ہی خطا کار تھی'' (سورۃ یوسف۔۲۸۔۲۹)

سچائی عیاں ہونے پر عزیز مصر کے بیان کردہ رویئے، اعلیٰ ظرفی، مردانگی، حوصلے اور عزم کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ یوسف علیہ السلام سے درخواست کی کہ بیوی کی فحش بات اور الزام تراشی پر درگزر فرمائیں اور بیوی کو خطا کار قرار دیتے ہوئے اللہ سے بخشش کی طلبگار ہونے کا کہا۔ یہ بڑے حوصلے اور مردانگی کی بات تھی۔ اور ایک ہمارا معاشرہ ہے جہاں اگر بالغ اور سمجھدار بیٹی اپنی پسند کے لڑکے

سے باقاعدہ نکاح بھی کر لے تو ہم ''غیرت'' کے نام پر اسے قتل کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو غیرت کا مفہوم تو معلوم نہیں لیکن جھوٹی، جاہلانہ اور تکبرانہ ''غیرت'' کے نام پر پاکدامن بیٹیوں کے دامن کو خود ہی داغدار قرار دینے کا ظلم کر بیٹھتے ہیں۔ کاش کہ سورۃ التکویر کی آیت ۹ کے الفاظ میں پنہاں اللہ رب العزت کی سخت تنبیہ کی ہمیں سمجھ آ جائے بِأَيِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتۡ ﴿٩﴾ ''کس جرم میں وہ قتل کی گئی؟''۔ رب العزت کے الفاظ میں جلال محسوس ہو تو ہمارے دلوں میں عورت کیلئے گداز اور نرم گوشہ پیدا ہو سکے گا۔ (عزیزِ مصر کی اپنی بیوی سے کہی ہوئی بات ''یہ تم عورتوں کا ایک حربہ ہے'' اس کی موقعہ محل پر اپنی رائے تھی جس کی سند کوئی نہیں)

دروازے پر عزیزِ مصر کے ساتھ چند دوسرے لوگوں نے بھی اس واقعہ کو سنا تھا۔ بات باہر نکل گئی۔ قرآنِ مجید نے بتایا:

وَقَالَ نِسۡوَةٞ فِي ٱلۡمَدِينَةِ ٱمۡرَأَتُ ٱلۡعَزِيزِ تُرَٰوِدُ فَتَىٰهَا عَن نَّفۡسِهِۦۖ قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّاۖ إِنَّا لَنَرَىٰهَا فِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٖ ﴿٣٠﴾ فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ أَرۡسَلَتۡ إِلَيۡهِنَّ وَأَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَـٔٗا وَءَاتَتۡ كُلَّ وَٰحِدَةٖ مِّنۡهُنَّ سِكِّينٗا وَقَالَتِ ٱخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّۖ فَلَمَّا رَأَيۡنَهُۥٓ أَكۡبَرۡنَهُۥ وَقَطَّعۡنَ أَيۡدِيَهُنَّ وَقُلۡنَ حَٰشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا مَلَكٞ كَرِيمٞ ﴿٣١﴾

(لیکن بات پھر بھی باہر نکل گئی) اور شہر کی عورتیں کہنے لگیں ''سردار کی بیوی اپنے ملازم کو پھسلاتی ہے۔ اس کی محبت نے اس کے دل میں گھر کر لیا ہے۔ ہم تو یہ سمجھتی ہیں کہ وہ صریح غلطی کر رہی ہیں''۔ تو جب اس نے ان کی ان چہ مگوئیوں کے بارے میں سنا تو انہیں (دعوت کیلئے) بلا بھیجا اور ان کیلئے مسندیں لگوائیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کو (پھل کاٹنے کیلئے) چھری دی۔ اور (اس موقعے پر یوسف علیہ السلام سے) کہا ''ان کے سامنے نکل آئیں'' تو (سامنے آنے پر) جب انہوں نے انہیں دیکھا تو وہ ان کی تعریف و توصیف میں اس قدر محو ہوئیں کہ اپنے ہاتھ زخمی کر ڈالے اور کہہ اٹھیں ''اللہ قسم! یہ بشر نہیں۔ یہ تو کوئی شاندار فرشتہ ہیں''۔ (سورۃ یوسف ۳۰۔۳۱)

مصر کے اُس معاشرے کی ان معزز خواتین کے متعلق ذہن میں منفی خیال ابھارنے سے پہلے اس نکتے پر غور فرمالیں کہ عزیزِ مصر کی بیوی کی مدعوین ہیں جس سے ظاہر ہے کہ رؤسائے مملکت اور شرفاء کی بیویاں ہیں۔ اس حقیقت سے ان کی عمروں اور ذہنی و فکری سطح کا ایک اندازہ ہم قائم کر سکتے ہیں اور دعوت سے پہلے ان کی گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ ذہنی اور اخلاقی کجی کا شکار تھیں۔ ان کا اس قدر مرعوب ہونا کہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر ہاتھوں کو زخمی کر لینے کے باوجود نگاہوں اور توجہ کا مرکز یوسف علیہ السلام ہی رہے اگرچہ ظاہر کرتا ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی انہیں بھائی یا بیٹے کی نگاہ سے نہیں دیکھا لیکن جنسِ مخالف کے اس بشر کے بارے میں جو کچھ انہوں نے کہا اس سے واضح ہے کہ یہ بے خودی ضروی نہیں کہ جنسی بے راہ روی کی وجہ سے ہو۔ عورتوں کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی مردانہ وجاہت، تمکنت، کسی انجانی کشش سے اس قدر متاثر اور دارفتہ ہوئیں کہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر ان کی بڑائی اور تعریف بیان کرنے میں محو ہو کر ہاتھوں کو زخمی کر بیٹھیں۔

دوسری عورتوں پر عزیز مصر کی بیوی یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے کہ یوسف علیہ السلام کیلئے اس کی چاہت، دارفتگی، جذباتیت اور پاگل پن بلا جواز نہیں تھا۔ ایک نظر دیکھ کر اپنے آپ سے اگر وہ بیگانہ ہوسکتی تھیں تو وہ کیسے دل پر قابو رکھے جس کی نظروں اور قرب میں ہر وقت رہتے تھے۔ اپنے آپ سے بیگانگی اور دارفتگی کے اس ماحول میں وہ یہ بھی بھول گئی کہ ایک مرتبہ پہلے بھی اس حرکت پر اپنے خاوند کے سامنے شرمندہ ہوچکی ہے اور بڑے گھمنڈ سے کہہ اٹھی:

قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ ٱلَّذِى لُمْتُنَّنِى فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَٰوَدتُّهُۥ عَن نَّفْسِهِۦ فَٱسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَآ ءَامُرُهُۥ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ ٱلصَّٰغِرِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ ٱلسِّجْنُ أَحَبُّ إِلَىَّ مِمَّا يَدْعُونَنِىٓ إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّى كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿٣٣﴾

وہ بولی ''تو (دیکھ لیا) یہ ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھے ملامت کرتی ہو۔ اور (میں تسلیم کرتی ہوں) میں نے اسے ورغلانا چاہا تھا اس لئے اس نے اپنے آپ کو (کمرے سے بھاگ کر) بچالیا۔ لیکن اگر اس نے وہ فعل نہ کیا جو میں نے اسے کہا تھا تو قید میں ڈال دیا جائے گا اور عام سے ادنیٰ لوگوں میں سے ہوجائے گا'' ان کی آپس کی ان باتوں کو سن کر وہ بولے ''میرے رب! قید خانہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کے ارادے کو نہیں ہٹائے گا تو (معاذ اللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ) میں بھی ان کی طرف مائل ہوجاؤں اور جذبات سے مغلوب ہوجانے والوں میں شمار ہونے لگوں''۔ (یوسف۔۳۲۔۳۳)

یوسف علیہ السلام رؤسائے مصر کی بیویوں کی چاہت بھری تعریف و توصیف اور عزیز مصر کی بیوی کی بیباک گفتگو اور انداز چاہت کی شدت کو دیکھتے ہوئے انہیں قائل کرنا ناممکن اور بے معنی سمجھتے ہوئے اپنے رب کو پکارتے ہیں کہ ان کی خواہشوں کی تکمیل کرنے سے جیل جانا انہیں زیادہ پسند ہے اور اس طرح اگر ان کی خواہشوں سے مجھے دور نہ کیا گیا تو معاذ اللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی آخر کار پھسل کر جذبات کی رو میں بہک جانے والوں میں شمار ہونے لگوں۔ یوسف علیہ السلام اس ماحول سے فرار اور چھٹکارہ پانے کیلئے جیل کو بہتر جگہ قرار دے رہے ہیں۔ ان کی یہ دعا اللہ کے اس حکم کی پیروی دکھائی دیتی ہے جو سورۃ الاسراء کی آیت ۳۲ میں ہمیں دیا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا۟ ٱلزِّنَىٰٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿٣٢﴾

''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ''۔

ایسے حالات، ماحول اور مواقع پیدا کرنے سے بھی منع فرمایا گیا جن سے اس گناہ کے سرزد ہونے کا امکان پیدا ہوجائے۔ اور یوسف علیہ السلام تو اس ماحول میں پھنس گئے تھے جس سے راہ فرار مانگ رہے ہیں۔

فَٱسۡتَجَابَ لَهُۥ رَبُّهُۥ فَصَرَفَ عَنۡهُ كَيۡدَهُنَّۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ﴿٣٤﴾

’’پھر اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان سے عورتوں کے ارادے کو ہٹا دیا۔ بے شک وہی سننے والا، جاننے والا ہے‘‘ (سورۃ یوسف۔۳۴)

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان سے عورتوں کے ارادے کو ہٹا دیا۔ اور قرآنِ مجید نے بتایا:

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّنۢ بَعۡدِ مَا رَأَوُاْ ٱلۡأٓيَٰتِ لَيَسۡجُنُنَّهُۥ حَتَّىٰ حِينٖ ﴿٣٥﴾

’’اور بعد ازاں جب ان لوگوں نے مسئلے کو جان لیا تو انہیں (یہی حل) مناسب معلوم ہوا کہ انہیں (یوسف علیہ السلام) کچھ عرصے کیلئے (عورتوں کی نگاہوں سے دور) قید میں ڈال دیں‘‘ (سورۃ یوسف۔۳۵)۔

یوسف علیہ السلام کا جیل جانا بے شک ان کی اپنی دعا اور اللہ کے فیصلے کا نتیجہ تھا لیکن آیت مبارکہ سے مصر کے اس وقت کے حکمران طبقے کا انتہائی باشعور اور دانا و بینا ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ وہ جذبات اور جاہلانہ غیرت کی رو میں بہکنے والے لوگ نہیں تھے۔ انہوں نے جان لیا اور بھانپ لیا کہ یوسف علیہ السلام کے لئے عورتوں کی دارفتگی اور بے باکی جنسی بے راہ روی کی بنا پر نہیں بلکہ جنسِ مخالف کیلئے کوئی ایسی کشش ان میں موجود ہے جو عورتوں کو بیگانہ اور بے باک بنا دیتی ہے۔ اس پیچیدہ اور عجیب وغریب مسئلے کا مناسب حل یہی سمجھا گیا کہ یوسف علیہ السلام کو عورتوں کی نگاہوں سے کچھ عرصہ دور جیل میں رکھا جائے اور یوں عورتوں کی ’’یلغار‘‘ سے انہیں محفوظ کیا جائے۔ شاید یہ منفرد واقعہ ہے جب کسی کو کسی جرم کی بنا پر نہیں بلکہ ’’حفاظتی حصار‘‘ (Protective custody) میں لینے کیلئے جیل بھیجا گیا ہو
آج یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ کچھ وقت کیلئے بعض مردوں میں جنس مخالف کیلئے بے انتہا کشش ہوتی ہے اور اسی طرح بعض عورتوں میں اس قدر کشش ہوتی ہے کہ ایک نظر دیکھنے پر اچھے بھلے شریف النفس مردوں کے جذبات میں بھی تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لڑکوں/مردوں اور لڑکیوں/عورتوں کی باہر گھومنے پھرنے (movement) کو کچھ عرصے کیلئے محدود کر دینا چاہئے۔

چند سال بعد مصر کے حکمران کے ایک خواب کی تعبیر بتانے پر یوسف علیہ السلام کی جیل سے رہائی کے متعلق ہمیں یوں بتایا ہے:

وَقَالَ ٱلۡمَلِكُ ٱئۡتُونِي بِهِۦۖ فَلَمَّا جَآءَهُ ٱلرَّسُولُ قَالَ ٱرۡجِعۡ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسۡـَٔلۡهُ مَا بَالُ ٱلنِّسۡوَةِ ٱلَّٰتِي قَطَّعۡنَ أَيۡدِيَهُنَّۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيۡدِهِنَّ عَلِيمٞ ﴿٥٠﴾ قَالَ مَا خَطۡبُكُنَّ إِذۡ رَٰوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفۡسِهِۦۚ قُلۡنَ حَٰشَ لِلَّهِ مَا عَلِمۡنَا عَلَيۡهِ مِن سُوٓءٖۚ قَالَتِ ٱمۡرَأَتُ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡـَٰٔنَ حَصۡحَصَ ٱلۡحَقُّ أَنَا۠ رَٰوَدتُّهُۥ عَن نَّفۡسِهِۦ وَإِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿٥١﴾

’’اور حکمران نے کہا ’’انہیں میرے پاس لاؤ‘‘۔ سو جب قاصد ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا ’’اپنے آقا کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے، جنہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے تھے؟ بے شک میرا رب ان کی حیلہ بازی کو جانتا ہے‘‘۔

بادشاہ نے عورتوں سے پوچھا ''تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف (علیہ السلام) کو اپنی جانب مائل کرنے کی کوشش کی؟''

وہ بولیں ''اللہ کی پناہ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی''۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا

''اب حقیقت ثابت ہوگئی ہے۔ میں نے انہیں اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا اور بے شک وہ صادق ہیں'' (سورۃ یوسف ۵۰۔۵۱)

عزیزِ مصر اور حکمران طبقے کو عورتوں کے سامنے پیش آنے والے واقعہ کا علم تھا اور اس وقت انہیں مسئلے کا مناسب حل یہ سوجھا تھا کہ کچھ عرصے کیلئے یوسف علیہ السلام کو جیل میں رکھا جائے (آیت۔۳۵)۔ انہیں اس وقت بھی ان کی سچائی اور اعلیٰ کردار کا علم تھا اور آج بھی بادشاہ کے عورتوں سے پوچھے گئے سوال سے یہی جھلکتا ہے۔ سوال و جواب دربار میں ہو رہے ہیں اور بادشاہ کے دربار عدالت کی حیثیت رکھتے تھے۔ عورتوں نے گواہی دی کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام میں کوئی برائی نہیں پائی۔ اس گواہی سے معاملے کی اس حد تک وضاحت ہوگئی جو دعوت کے وقت پیش آیا۔

لیکن جو واقعہ دعوت سے قبل پیش آیا تھا اس کا موقعے کا گواہ کوئی نہ تھا اور عزیزِ مصر کی بیوی نے الزام لگایا تھا ''جو شخص تیری گھر والی سے برا ارادہ کرے اس کا بدلہ اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ وہ قید کیا جائے یا سخت سزا پائے''۔ اور یوسف علیہ السلام نے الزام کو رد کرتے ہوئے کہا تھا ''اس نے مجھے میری خواہش کے بغیر مائل کرنے کی کوشش کی تھی''۔ دونوں کے متضاد دعووں پر اس وقت فیصلہ استنباطِ شہادت کی بنیاد پر کیا گیا کہ ''اگر اس کی قمیص سامنے سے پھٹی ہو تو وہ سچ کہتی ہے اور وہ (اپنے بیان میں) جھوٹا ہے۔ اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو وہ جھوٹ بولتی ہے اور وہ سچا ہے''۔ عزیزِ مصر کی بیوی جو اس واقعہ کا ایک کردار ہونے کی وجہ سے گواہ بھی ہے تسلیم کرتی ہے کہ میں نے اسے ورغلانا چاہا تھا اور بیشک وہ صادق ہیں کہ اس دن انہوں نے جو کہا تھا سچ وہی تھا۔ **Circumstantial Evidence** کی اہمیت اور قبولیت اپنی جگہ اہم ہے لیکن اس کی بنیاد پر کئے گئے فیصلوں کے بارے میں کچھ لوگوں کیلئے کچھ اور گمان کرنے کی گنجائش بہرحال رہتی ہے۔

اللہ کے رسول کے صادق ہونے کا معاملہ اس قدر لطیف اور اہمیت کا حامل ہے کہ کسی کے گمان اور شک میں پڑنے کی گنجائش کا پہلو بھی اس میں نہیں رہنے دیا جاتا۔ واقعہ کے کردار نے اپنے خلاف اور ان کی صداقت کی گواہی دی۔ سچی اور کھری گواہی کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ اس کی عدم موجودگی سے کسی صدیق کی صداقت بھی داؤ پر لگ سکتی ہے۔ سچی اور کھری گواہی کی اہمیت کو سورۃ النساء کی آیت ۱۳۵ میں یوں اجاگر کیا گیا ''گواہی دو چاہے اپنی ذات، اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف جاتی ہو'' یہ بڑے حوصلے اور ظرف کی بات ہے اسی لئے ایمان والوں کو مخاطب کر کے کہی گئی ہے۔ اللہ نے ہم پر اس خاتون کی غلطی کا راز فاش تو کیا ہے لیکن ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ اس خاتون کا حوصلہ اور ظرف بھی دھیان سے دیکھو کہ بھرے دربار میں اپنے خلاف گواہی دی رہی ہے۔ اللہ عزیزِ مصر کی بیوی سے خوش ہو اور جذبات کی رو میں بہہ کر ایک غلط خواہش کے اظہار کرنے کی غلطی سے درگزر فرمائے جسے اس نے اپنی زندگی میں تسلیم کرلیا تھا۔ بیشک اللہ بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کی طرف سے رہائی کا پیغام لانے والے قاصد کو واپس بھیج دیا تھا کہ بادشاہ سے ان عورتوں کے حال کے بارے میں پوچھے جنہوں نے اپنے ہاتھوں کو زخمی کر لیا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اس پرانی بات کو چھیڑنے کی وجہ بیان فرمائی تھی

ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿٥٢﴾

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٣﴾

(یوسف علیہ السلام نے کہا) ''یہ (بات میں نے) اس لئے (چھیڑی تھی) کہ وہ (عزیز مصر) جان لے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی تھی اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کی چالوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ (مقصد خود نمائی نہ تھا کیونکہ) اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا (دوسروں کے نفس سے الگ نہیں جانتا) بے شک نفس برائی کی بڑی ترغیب دینے والا ہے سوائے اس کے کہ میرا رب رحم کرے (اور برائی کو پھیر دے)۔ میرا رب بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے''۔ (یوسف ۵۲۔۵۳)

دلوں کے بھید جاننے والے اللہ رب العزت کی سنت ہے کہ ہر اس بات کی وضاحت فرما دیتا ہے جو کسی کے لئے غلط گمان کرنے کا سبب بن سکے۔ ہزاروں سال قبل دو دوستوں (اللہ اور ان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام) کے درمیان ہونے والے مکالمے کو سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۰ میں نقل کیا گیا ہے''اور (یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا'' میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا''۔ تو اس نے کہا'' کیا تو نہیں مانتا''۔ وہ کہنے لگا'' کیوں نہیں (میں یقیناً مانتا ہوں) میں تو (یوں ہی) اپنے قلب کے (شوق) اطمینان کے لئے دیکھنا چاہتا ہوں''۔ خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بعد از موت دوبارہ اٹھائے جانے کے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے شوق کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لوگوں کو روز قیامت موت کے بعد اٹھانے کی قدرت کے بارے میں اظہار تجسس یا گمان نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ہم کہتے ہیں اور جو چھپاتے ہیں لیکن کوئی دوسرا یہ گمان یا تاویل نہ کر بیٹھے کہ (معاذ اللہ) خلیل اللہ کو تو کہیں کوئی تذبذب نہیں تھا اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے سوال پوچھ کر ان کی زبان سے وضاحت کرا دی کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ اللہ کے اس حکیمانہ انداز سے سبق ملتا ہے کہ اگر کوئی کہی گئی بات کا کہنے والے کے مقصد و مدعا سے ہٹ کر مفہوم اخذ کر سکے یا وہ کسی کو شک میں مبتلا کر سکے یا کوئی اس سے کچھ اور گمان کر سکے تو کھول کر اس بات کی وضاحت کر دینی چاہئے۔

یوسف علیہ السلام نے بھی اس وقت تک جیل سے رہا ہونا پسند نہیں فرمایا جب تک اس معاملے کے بارے میں تمام ابہام دور نہ ہو جائیں جس کی بنا پر انہوں نے جیل جانا پسند کیا تھا اور ان کی دیانت اور صداقت کے بارے میں عزیز مصر کے دل و دماغ میں کسی شک اور گمان کی گنجائش بھی باقی نہ رہے۔ سلام ہو یوسف علیہ السلام پر جنہوں نے وہی کچھ کیا جو کائنات کے صادق اور امین آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو چیز کسی کو شک میں مبتلا کر سکے اس کی وضاحت کر دیا کرو۔ یوسف علیہ السلام نے جس وجہ سے فوری طور

پر جیل سے باہر آنا پسند نہیں کیا تھا انہوں نے وہ وجہ اس وقت لوگوں کو خود بتا دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان ہی کے الفاظ میں قرآنِ مجید میں ہمیں بتا دی ہے۔ قرآنِ مجید میں بتائی گئی یوسف علیہ السلام کی جیل سے فوری رہائی سے انکار کی وجہ معلوم ہو جانے کے باوجود اس موضوع پر زیب داستان کیلئے جو کچھ بھی لکھا اور کہا گیا ہے اس کے متعلق اہل علم وفکر اتفاق فرمائیں گے کہ وہ تمام باتیں اپنی حدود سے متجاوز بعض لوگوں کا محض تخیل اور گمان ہے۔ جس کسی بات کی بنیاد علم پر نہ ہو سچائی نہیں، خیال آرائی رتخیل ہے۔

یوسف علیہ السلام جیل سے نکلتے وقت نفس کے حوالے سے وہی بات فرما رہے ہیں جو خواتین کی دعوت والے دن عزیزِ مصر کی بیوی کی بات کے جواب میں اپنی دعا میں انہوں نے کہے تھے 'میرے رب! قید خانہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کی (فحش) خواہشوں کو نہیں ہٹائے گا تو (معاذ اللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ) میں بھی ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں میں شمار ہونے لگوں'' (یوسف۔۳۳)۔ یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر کی بیوی کی غلط خواہش پر اسے سمجھاتے اور نصیحت کرتے ہوئے بتایا تھا إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ''بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے'' (حوالہ آیت۔۲۳)۔ اور جیل سے رہائی کے وقت پرانی بات کی وضاحت کی وجہ یہ بتائی کہ عزیزِ مصر جان لے کہ اس سے خیانت نہیں ہوئی جس سے واضح ہو گیا کہ اس دن ظالم خیانت کرنے والوں کو کہا تھا۔ اور یوں یوسف علیہ السلام نے شادی شدہ لوگوں کے نکاح سے باہر جنسی تعلقات کو خیانت اور ظلم قرار دیا تھا۔

قرآنِ مجید میں یوسف علیہ السلام، عزیزِ مصر کی بیوی اور دوسری خواتین کے مابین پیش آنے والے واقعہ کے متعلق بیان کی گئی تفصیلات سے ہٹ کر کوئی بات ان سے منسوب کرنا صریح زیادتی اور گستاخی ہے۔ قرآنِ مجید کے بیان کردہ حقائق سے ہٹ کر یوسفؑ ''زلیخا'' کے عنوان سے انسانی ذہن کی تراشی ہوئی کہانیوں کو قرآنِ مجید کے حاشیوں پر پڑھتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ سورۃ یوسف کی آیت ۳ میں اللہ کا ارشاد ہے ''ہم آپ (ﷺ) کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں اس قرآنِ مجید میں جو ہم نے آپ (ﷺ) پر نازل کیا ہے اور اس سے پہلے (اس قصے کے بارے میں) آپ نہیں جانتے تھے''۔ اہل علم کیلئے غور طلب نکتہ ہے کہ غیب کی خبریں بتانے والے نے جن باتوں کا علم غیب کی خبروں کو جاننے کا حق رکھنے والے کائنات کے صادق اور امین آقائے نامدار ﷺ کو قرآنِ مجید میں دیا تھا کیا کسی دوسرے کو ان حقائق سے بڑھ کر 'غیب کی تفصیلات' کا علم ہو سکتا ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے بیان سے ہٹ کر تراشی ہوئی کہانیاں کہانی نویسوں کی تخیلاتی پرواز ہے۔

[جن لوگوں نے اپنے تخیل سے یہ کہانیاں تراشی تھیں انہیں قدیم مصر کی تہذیب کے متعلق قطعی کچھ علم نہیں تھا۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے مصر میں بادشاہ کو ''فرعون'' نہیں بلکہ ''الملک'' ہی کہا جاتا تھا جیسے قرآنِ مجید نے بتایا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے مصر کے حکمران کو ''فرعون'' کہا گیا ہے۔ دو سو سال قبل تک قدیم مصر کی تاریخ پردوں میں چھپی تھی کیونکہ اس زمانے کی زبان ایک بھولی بسری یاد بن

چکی تھی اور ان تحریروں کو جو ''تصویروں کی زبان'' (Hieroglyphic alphabet) میں لکھی تھیں پڑھنا اور سمجھنا ممکن نہ تھا۔ ان تاریخی شواہد نے ظاہر کیا کہ قدیم مصر میں شاہی محل کو ''فرعون'' (Pharaoh) کہا جاتا تھا۔ اور لفظ ''فرعون'' کو بادشاہ کے خطاب، ٹائٹل کے طور پر مصر کے حکمرانوں کی بیسویں پشت میں ۹۴۵۔۳۰ے قبل مسیح میں اختیار کیا گیا۔ سبحان اللہ! قرآنِ مجید میں ہر بات ''بالحق'' (صاف صاف، دوٹوک، بلا آمیزش) بیان کی گئی ہے]۔

یوسف علیہ السلام اور برادران یوسفؑ کے قصے کو جس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے اسی کی آیت ۱۰۲ میں ارشاد فرمایا:

ذَٰلِكَ مِنۡ أَنۢبَآءِ ٱلۡغَيۡبِ نُوحِيهِ إِلَيۡكَۖ وَمَا كُنتَ لَدَيۡهِمۡ إِذۡ أَجۡمَعُوٓاْ أَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُونَ ١٠٢

''یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ (ﷺ) کی طرف وحی کر رہے ہیں

اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنے کام پر اتفاق کیا تھا اور جب وہ مکر کر رہے تھے'' (سورۃ یوسف۔۱۰۲)۔

آقائے نامدار رسول کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا گیا کہ غیب کی خبروں کو ان کی طرف وحی کیا جا رہا ہے اور انسانوں کو یہ بھی بتایا گیا کہ رسولِ کریم ﷺ وہاں موجود نہ تھے جب یوسف علیہ السلام کے بھائی مکر کر رہے تھے۔ اس آیت مبارکہ کو پڑھ کر بھی نہ جانے کچھ لوگوں کو ایسی جسارتوں کی جرات کیونکر ہوئی جنہوں نے (معاذ اللہ) یوسف علیہ السلام کی نہ صرف عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ شادی کی کہانی بنائی بلکہ بے ادبی اور گستاخی کی انتہا کرتے ہوئے ''سہاگ رات'' کے حوالے سے بیہودہ اور لغو مکالمے بھی اختراع کر ڈالے۔ اور اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ لغویات ایک ایسی عظیم المرتبت ہستی سے منسوب کر رہے ہیں جنہوں نے اس خاتون اور دعوت میں بلائی جانے والی دوسری خواتین کے حوالے سے ہونے والی بات کے بارے میں بعید از قیاس قسم کے گمان بھی پیدا ہونے کے امکان کو ختم کرنے کیلئے اس وقت تک جیل سے رہا ہونا پسند نہیں فرمایا تھا جب تک ان خواتین نے بھرے دربار میں ان کی پاک دامنی، دیانت اور صداقت کی گواہی نہیں دی۔ اس قسم کی لغو اور بیہودہ باتوں کے بارے میں حکم ہے کہ انہیں با آواز بلند جھوٹ اور بہتان قرار دو۔ یوسف علیہ السلام کو ہمارا سلام ہو۔